بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن،

أَمَّا بَعْدُ:

# 70: دین اسلام وسطیت کا دین ہے: اہل سنت والجماعت کی جگہ اُمت اسلامیہ کے فرقوں میں

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔ اور آج ایک نئی فصل سے درس کا آغاز کرتے ہیں، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ شرح میں فرماتے ہیں:

"فصل مكانة أهل السنة والجماعة بين فرق الأمة وأتصافهم بالوسطية" (اہل سنت والجماعت کی جگہ اُمت اسلامیہ کے فرقوں میں اور وسطیت سے اُن کا اتصاف)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بَلْ هُمُ الوَسَطُ فِي فِرَقِ الأُمَّةِ، كما أنَّ الأمَّةَ هِيَ الوَسَطُ فِي الأُمَمِ"۔

بڑی پیاری بات اور اہم بات ہے ذرا غور سے سننا، یہ پچھلے ہمارے بہت سارے دروس کا خلاصہ بھی ہے اور دین اسلام کی وسطیت اور اعتدال کے تعلق سے چند اہم باتیں اور فنگر ٹپس (Fingertips) پر آپ آسانی سے یاد کر سکتے ہیں، بڑے پیارے انداز سے شیخ الاسلام نے صرف دو جملے بیان کیے ہیں، شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بڑے پیارے طریقے سے اور پیاری مثالوں سے اور دلائل کی روشنی میں اس مسئلے کو بیان کیا ہے۔

"بَلْ هُمُ الوَسَطُ فِي فِرَقِ الأُمَّةِ": بَلْ هُمْ؛ "هُمْ" کون؟ اہل سنت والجماعت۔ "الوَسَطُ": بتاتا ہوں کیا ہے معنی اصل وسط کا؛ "فِي فِرَقِ الأُمَّةِ" (امت کے فرقوں کے بیچ میں (یعنی امت کے جتنے فرقے ہیں اہل سنت والجماعت بھی ایک فرقہ ہے اُن فرقوں میں سے لیکن اُن تمام فرقوں سے وسط فرقہ ہے)) "كما أنَّ الأمَّةَ هِيَ الوَسَطُ فِي الأُمَمِ" (جیسا کہ "الأمَّةَ" یعنی دین اسلام وسط ہے تمام امتوں کا جو باقی امتیں جو باقی ادیان موجود ہیں)۔

تو دین اسلام وسطیت کا دین ہے اور اہل سنت والجماعت جو فرقہ ہے وسطیت کا فرقہ ہے۔

میں شرح سے پہلے یہ بتا دوں کہ لفظ وسطیت کا معنیٰ کیا ہے کہ ہم وسط کی بات کرتے ہیں۔

اس لفظ میں تین بڑے معنی ہیں: (۱)اعتدال۔(۲) میانہ روی۔(۳)اور افضیلت (بہتری)۔

یہ تینوں معنی قرآن مجید میں موجود ہیں۔

بہتری کا معنی کسی کو ہے پتہ؟ امت وسط۔ تو اعتدال، میانہ روی؟ بہتری کی دلیل کہاں پر ہے؟ اسی ایک لفظ "وسط" کے لفظ میں بہتری کا معنی پایا جاتا ہے سورۃ القلم میں: ﴿الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾(البقرۃ:238) میں بھی واضح لفظ ہے لیکن اس میں درمیانہ کا معنی بھی ہے کیونکہ درمیان کی نماز ہے لیکن ایک ایسی دلیل آیت ہے جس میں وسط کا معنی افضل اور بہتری ہے: ﴿قَالَ اَوْسَطُهُمْ﴾(القلم:28)۔

اُن لوگوں کا قصہ جو باغ والے تھے (سورۃ القلم میں) تو انہوں نے فقیروں کو روک دیا جو اُن کا والد دیتا تھا تین حصے کر کے ایک حصہ فقیروں کو دیتا تھا؛ والد کی وفات ہو گئی تو بیٹے آئے انہوں نے کہا کہ یہ حصہ ہم روک دیتے ہیں: ﴿قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ﴾ (القلم:28)؛ جب تسبیح کرتے ہیں، تو وسط سے کیا مراد ہے یہاں پر؟ اعتدال پسند لیکن اُن میں سے جو بہتر تھا۔ تو یہ تین معنی پائے جاتے ہیں (یا ان تین معنوں کے گرد یہ لفظ گھومتا ہے) اور سب ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں؛ میانہ روی (اعتدال)، اور بہتری، اور افضیلت؛ آیئے دیکھتے ہیں۔

دین اسلام جو ہے یہ عظیم امت جو ہے یہ باقی امتوں کی وسط امت ہے؛ اعتدال اس میں ہے، میانہ روی ہے اور تمام امتوں سے بہتر امت ہے، پانچ مثالیں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں آپ فنگر ٹپس (Fingertips) پر آسانی سے یاد کر سکتے ہیں، پانچ مثالیں:

(۱)اللہ تعالیٰ کے حق کے تعلق سے دین اسلام کی کیا تعلیمات ہیں؟

(۲)اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے تعلق سے کیا تعلیمات ہیں؟

(۳)عبادات کے تعلق سے یہ کیسا دین ہے؟ عبادات کا کیا مقام ہے؟ اور عبادات کی کیا حیثیت ہے اور کیسے کی جاتی ہیں؟

(۴) محرمات میں (حرام اور حلال میں) کھانے پینے کے تعلق سے یہ کیسا دین ہے کیسی امت ہے؟

(۵) حدود اور تعزیرات میں خصوصی طور پر قصاص کے تعلق سے یہ کیسی امت ہے؟

اور پھر کمپیئر (Compare) کیا گیا ہے باقی اُمتوں سے، آیئے دیکھتے ہیں۔

1-اللہ تعالیٰ کے حق کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں: ”ففي حق الله تعالىٰ“: اللہ تعالیٰ کے حق میں یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے جو نقص اور عیب کی صفات ہیں وہ بیان کیں۔ اور یہ معروف ہے آپ تحریف شدہ تورات کو دیکھ لیں، یعنی مثال کے طور پر وہ یہ کہتے ہیں یعنی قرآن مجید میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہود یہ کہتے ہیں: "کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا چھ دنوں میں تو ساتویں دن اللہ تعالیٰ آرام کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ تھک گیا"۔ تو یہ نقص اور عیب ہے اللہ تعالیٰ کے حق میں! مخلوقات میں تھکاوٹ ہوتی ہے مخلوقات کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو یہودیوں نے کیا کیا؟ خالق جلّ شانہ کو مخلوق کے ساتھ ملا دیا۔

دوسری طرف دیکھیں نصاریٰ کہ مخلوق جو ضعیف اور کمزور ہے اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا دیا! نصاریٰ کیا کہتے ہیں؟ کہ سیدنا عیسیٰ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی ہے اور تین میں سے ایک بھی ہے (تثلیث کے عقیدے میں)، تألیہ ہی کر دی معبود بنا دیا اور ربّ کا درجہ دے دیا! تو دو ایکسٹریمز (Extremes) ہیں؛ ایک اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ دے رہے ہیں، اور دوسرے مخلوق کو خالق کے ساتھ ملا رہے ہیں!

اس امت نے کیا کیا ہے دین اسلام میں؟ نہ تو یہودیوں کا راستہ اختیار کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حق میں حق تلفی ہوتی ہے، اور نہ ہی نصاریٰ کا راستہ اختیار کیا ہے جس میں مخلوق میں غلو کر کے اسے ربّ کا درجہ دے دیا جائے؛ میانہ روی ہے، اعتدال ہے، اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے اس حق کی بنیاد پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے قرآن اور سنت میں اس پر عمل کیا ہے من وعن تسلیم کر کے۔

2-دوسری مثال دیکھیں: اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے تعلق سے یہودیوں نے کیا کیا؟ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو جھٹلایا (جھٹلا دیا مکمل طور پر) اور کفر کیا؛ اور نصاریٰ نے دوسری طرف غلو سے کام لیتے ہوئے ربّ کا درجہ دے دیا۔

لیکن اس امت نے کیا کیا ہے؟ اعتدال، میانہ روی کیا ہے ایک جملے میں کیا کہو؟ ”عبد الله ورسوله“ (اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے (علیہ الصلاۃ والسلام))۔ نہ تو غلو کیا ربّ کا درجہ دیا بلکہ ”عبد“: اللہ کا بندہ ہے، ربّ نہیں ہے ربّ کا بندہ ہے؛ اور نہ ہی انکار کیا کہ اللہ کے رسول نہیں ہیں، تو ”عبد الله“ میں غلو جو نصاریٰ کا تھا اُسے ختم کیا، اور ”رسوله“ میں یہودیوں کا جو اعتراض تھا یا کفر کیا اُن لوگوں نے اُس کا ردّ کر دیا ہے ایک جملے میں ”عبد الله ورسوله“۔

3-عبادت میں دیکھیں آپ: نصاریٰ جو ہیں جب عبادت کرتے ہیں (ایک مثال ہے) تو طہارت کا اہتمام نہیں کرتے، پیشاب کرنے کے بعد یا چھینٹے لگنے کے بعد کپڑوں پر وہ چرچ میں جا عبادت کر لیتے ہیں اپنی نمازیں پڑھتے رہتے ہیں، تو طہارت اُن کے لیے شرط نہیں ہے نہ اُس کا اہتمام کرتے ہیں۔

دوسری طرف یہودی ہیں اِن کے برعکس اگر کپڑے پر کوئی نجاست لگ جائے تو وہ دھوتے نہیں ہیں (دھو نہیں سکتے) اُس کو کاٹ دیتے ہیں؛ کپڑے کو ہی کاٹ دیتے ہیں کیونکہ اُن کے نزدیک پانی بھی کپڑے کو پاک نہیں کر سکتا بلکہ جب حیض آتا ہے حائضہ عورت سے بالکل دوری اختیار کر لیتے ہیں، نہ اُس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں نہ اُس کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، بلکہ اسے گھر سے نکال کر جہاں پر ڈربہ ہوتا ہے ناجانوروں کا وہاں پر؛ جب یعنی کوئی زمانہ تھا ان کا اب تو کافی علم اور تمدن میں آ گئے ورنہ پچھلے ادوار میں اُسے گھر سے نکال کر جہاں پر جانور رکھتے ہیں ناڈربوں میں وہاں پر وہ بے چاری اپنے یہ ایام گزارتیں کہ گھر کے اندر بھی داخل نہ ہوتیں کیونکہ وہ کہتے کہ ناپاک ہو تم! جس جگہ پر وہ بیٹھتی اگر وہاں پر خون کا دھبہ بھی لگ جائے نا تو اس جگہ کو کاٹ دیتے اُس کپڑے کو کاٹ دیتے! تو جہاں پر بیٹھے گی بیچاری پریشان ہو جاتی تو اس لیے اس کو گھر سے نکال دیتے!

الغرض: امت اسلام (دیکھیں وسط اور اعتدال دیکھیں آپ) دونوں جو افراط اور تفریط کے راستے ہیں دونوں سے پاک ہے، نہ تو کپڑے کو کاٹتے ہیں اگر اُس پر کوئی گندگی لگ جائے کوئی نجاست لگ جائے اور نہ ہی نجاست کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں بلکہ اگر کپڑے کو یا جسم کو کوئی گندگی لگ جائے ناپاکی لگ جائے تو اسے دھو دیتے ہیں پانی سے اور پھر نماز پڑھتے ہیں؛ اور حائضہ عورت کے تعلق سے اُس کے ساتھ اُٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں، کھاتے ہیں پیتے ہیں، اور مباشرت بھی کرتا ہے خاوند جو ہے سوائے جماع کے، جماع جائز نہیں ہے (اس کے ساتھ یعنی بوس و کنار کرنا، اُس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا جو ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

4- چوتھی مثال: "المحرّمات من المآكل والمشارب" (کھانے پینے میں جو محرمات ہیں)۔

نصاریٰ نے خبائث کو بھی حلال کر دیا؛ یعنی سب کچھ کھاتے ہیں شراب بھی پیتے ہیں، خنزیر بھی کھاتے ہیں، تو خبائث اُن کے نزدیک حلال ہیں۔

اِن کے برعکس یہودیوں پر کچھ چیزیں حرام کر دی گئی تھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الانعام آیت نمبر 146 میں:

﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا﴾ (اور یہودیوں پر) ﴿حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ﴾ (ہم نے حرام کر دیا ہر وہ جانور جس کے ناخن ہیں)۔

اور یہاں پر مراد جڑی ہوئی انگلی ہو جیسا کہ ایک جانور کا اگر ہاتھ یا پاؤں دیکھیں آپ انگلی کے اعتبار سے بعض کی انگلیاں الگ الگ ہیں انسان کے جیسی، اور بعض کی جڑی ہوئی ہیں جیسے شُتر مرغ دیکھ لیں آپ؛ یا بطخ دیکھی ہے آپ نے مرغی اور بطخ میں کیا فرق ہے؟ آپ مرغی کا پاؤں دیکھیں اور بطخ کا پاؤں دیکھیں بطخ کے پاؤں جو ہیں نا انگلیاں جڑی ہوئی ہوتی ہیں، مرغی کی الگ الگ ہیں۔ تو جن کی انگلیاں جڑی ہوئی ہیں وہ اُن پر حرام کر دی گئی تھیں، اب بعض یعنی مفسرین نے کہا ہے کہ تین چیزیں خصوصی طور پر؛

اونٹ حرام تھا یہودیوں پر، شُتر مرغ حرام تھا، اور بطخ حرام تھی؛ اور اسی طریقے سے: ﴿وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ﴾ (اور گائے اور بھیڑ بکریوں میں سے) ﴿حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَآ﴾ (اُن کے اوپر اُن کی چربی حرام تھی) ﴿إِلَّا﴾ (سوائے (استثناء ہے)) ﴿مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَآ أَوِ الْحَوَايَآ أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ﴾ (جو اُن کی پیٹھوں پر ہیں جو کمر پر پیٹھ پر ہوتی ہے ﴿أَوِ الْحَوَايَآ﴾ یا جو آنتوں میں ہوں ﴿أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ﴾ یا جو ہڈی کے ساتھ لگی ہو وہ چربی اُن کے لیے حلال تھی) ﴿ذَٰلِكَ جَزَيْنَٰهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ﴾ ((یہ کیوں حرام کیا تھا؟) اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے نافرمانیوں کی وجہ سے سزا دی گئی تھی ﴿وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ﴾ اور یقیناً ہم سچے ہیں) (الانعام:146) سبحان اللہ۔

تو ایک طرف نصاریٰ خبائث کو بھی حلال سمجھ کر استعمال کرتے ہیں، دوسری طرف یہودی بعض حلال چیزیں اُن پر حرام تھیں؛ اور یہ اُمت اُمتِ وسط جو ہے (میانہ روی کی اُمت جو ہے) ان کے لیے "أحلت لهم الطيبات، وحرمت عليهم الخبائث" (طیبات اُن کے لیے حلال ہیں، اور جو خبائث ہیں حرام ہیں)، سبحان اللہ۔

5- پانچویں مثال قصاص کے تعلق سے اور قصاص سے مراد ہے بدلہ چاہے قتل کا بدلہ ہو، چاہے کوئی زخم کا ہو؛ تو یہودیوں پر قصاص فرض تھا، نصاریٰ پر معاف کرنا فرض ہے۔

یہودیوں پر یعنی یہودیوں میں سے اگر کوئی کسی کو قتل کرے تو اُس کے جو ورثاء ہیں مقتول کے بدلہ اُن کے لیے لازم تھا معاف نہیں کر سکتے تھے وہ، اور جو نصاریٰ ہیں معاف کرنا فرض تھا کہ معاف ہی کرنا ہے۔

اور اِس اُمت میں دیکھیں آپ کہ تین چیزوں کا اختیار دیا گیا ہے: (۱) قصاص بھی لے سکتے ہیں (بدلہ لے سکتے ہیں)۔ (۲) دِیَت بھی لے سکتے ہیں۔ (۳) اور معاف بھی کر سکتے ہیں بغیر قصاص اور بغیر دِیَت کے۔

تو اُمت اسلامیہ جو ہے وہ تمام اُمتوں کی وسط ہے غلو اور تقصیر سے پاک ہے، نہ افراط ہے اور نہ تفریط ہے (نہ حد سے تجاوز ہے اور نہ ہی کمی بیشی اور تقصیر ہے)۔

اگر ہم یہ دیکھیں کہ دین اسلام یہ جو پیارا اور خوبصورت دین ہے جو سب سے عظیم اور بہتر دین ہے جو اعتدال اور وسطیت کا دین ہے اس میں فرقے فرقے ہیں اِن فرقوں میں سے وہ کون سا فرقہ ہے جو حق پر ہے؟ اور حق پر وہ فرقہ ہے جس میں یہ صفت پائی جاتی ہے اعتدال کی، وسطیت کی، بہتری کی، میانہ روی کی وہ کون سا فرقہ ہے؟ صرف ایک ہی فرقہ ہے؛ اور یہ تو ہم سب جانتے

ہیں اور اس کا ہم خود مشاہدہ بھی کر رہے ہیں یعنی کوئی اس کی نفی یا انکار نہیں کر سکتا کہ امت میں فرقے نہیں ہیں۔ کوئی انکار کر سکتا ہے؟! کوئی نہیں انکار کر سکتا۔

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہی کافی ہے: "کہ یہودیوں کے اکہتّر فرقے بنے، نصاریٰ کے بہتّر فرقے بنے، میری امت کے تہتّر فرقے بنیں گے، سارے کے سارے جہنم میں سوائے ایک فرقے کے"؛ ایک روایت میں آیا ہے "جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں"، دوسری روایت میں آیا ہے "الجَمَاعَة" (جماعت)۔

تو اہل سنت والجماعت تمام فرقوں میں سے اس لقب پر فائز ہے اور اس کو ثابت بھی کیا ہے اپنے قول و فعل سے اور اپنے عقیدے سے "الوسطیۃ"۔

آیئے دیکھتے ہیں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پھر مصنف رحمہ اللہ نے پانچ اصول بیان کیے ہیں اہل سنت والجماعت کے، اِن اصولوں میں وہ تمام فرقوں کے وسط میں ثابت ہوتے ہیں (ان کو فنگر ٹپس Fingertips پر آپ یاد کر سکتے ہیں)۔

دین اسلام تمام اُمتوں کا وسط ہے پانچ مثالیں دی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے حق میں۔ (۲) انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے حق میں۔ (۳) عبادات۔ (۴) کھانے پینے کے تعلق سے۔ (۵) قصاص۔

آیئے دیکھتے ہیں اہل سنت والجماعت کی بھی پانچ مثالیں ہیں آپ یہ بھی فنگر ٹپس (Fingertips) پر یاد کر سکتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ تمام فرقوں کے وسط ہیں اور یہ پانچ مثالیں بلکہ پانچ اصول سمجھے گئے ہیں اہل سنت والجماعت کے، عقیدے کے اصول بھی کہتے ہیں، اصول السنۃ بھی کہتے ہیں۔

1-اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں مصنف یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فَهُمْ وَسَطٌ فِي بابِ صِفاتِ اللهِ سُبْحانَهُ وَتَعالَىٰ بَيْنَ أَهْلِ التَّعْطِيلِ الْجَهْمِيَّةِ وَأَهْلِ التَّمْثِيلِ الْمُشَبِّهَةِ" (اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کی صفات (یعنی اسماء وصفات) کے باب میں وسط ہیں، اہل التعطیل جہمیہ، اور اہل التمثیل "مشبہہ" جو تشبیہ کرنے والے ہیں اِن کے بیچ میں وسط ہیں)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ دو مختلف ایکسٹریمز (Extremes) ہیں، اہل التعطیل جو جہمیہ ہیں، اور اہل التمثیل جو مشبہہ ہیں۔

جہمیہ جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں، بلکہ ان کے جو غالی ہیں جو غلو پر اُترے ہوئے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ کا بھی انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں یعنی اُن کا یہ عقیدہ ہے جہمیوں کا کہ یہ جائز نہیں ہے کسی کے لیے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نام

یا کوئی صفت کو ثابت کرے کیونکہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نام ثابت کرتے ہیں تو جو ناموں والی مخلوقات ہیں اُن سے تشبیہ ہوتی ہے، اور اگر کوئی صفت اللہ تعالیٰ کے آپ ثابت کرتے ہیں تو پھر جو موصوفات ہیں مخلوقات میں سے اُن سے تشبیہ ہوتی ہے؛ تو نتیجہ یہ ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نام ہے اور نہ ہی کوئی صفت ہے !! (وہ یہ کہتے ہیں !) اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کی ہے اپنے ناموں کی یا صفات کی یہ من باب المجاز ہے (صرف مجاز ہے) یہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے نام یا صفات نہیں ہیں !!

یہ کون تھے ؟ جہمیہ۔

معتزلہ (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا انکار کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے اسماء جو ہیں ان کو ثابت کرتے ہیں۔

اور پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اُن کا ثابت کرنا بھی نہ کرنے کے برابر ہے کیونکہ انہوں نے عقل کو مقدم کر کے اللہ تعالیٰ کے اسماء کو ثابت کیا ہے اور بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں ! سب سے بڑی ٹھوکر کیا کھائی ہے ؟ وہ کہتے ہیں کہ نام تو ہے لیکن بغیر صفت کے، تو اللہ تعالیٰ سمیع تو ہے لیکن بغیر سمع ہے، علیم ہے بغیر علم کے، بصیر ہے بغیر بصر کے !

آپ کسی بھی عقل مند شخص کے سامنے، یا کوئی سمجھدار بچہ ہو یہ باتیں کہہ کر دیکھیں آپ پر ہنسے گا ! کہے گا کیسی بات ہے علیم بغیر علم کے کیسے ہو سکتا ہے ؟ ! علیم اس وقت تک علیم نہیں ہو سکتا جب تک کہ علم کی صفت سے متصف نہ ہو۔ تو علیم کیسا پھر وہ تو عالم بھی نہیں ہو سکتا ؟ ! علیم جو صیغ المبالغہ ہے یاد رکھیں، جس کا علم ہی نہیں ہے تو علیم کیسا وہ تو عالم نہیں ہو سکتا اسم فاعل ہی ہو سکتا ہے۔ اسم فاعل کون ہے ؟ آپ ایک مرتبہ کوئی کام کرتے ہیں وہ آپ کے لیے صفت بن جاتی ہے آپ کی طرف وہ صفت منسوب ہو جاتی ہے؛ آپ نے ایک دفعہ کوئی علم کی بات کی ہے تو آپ عالم ہیں صفت علم سے، آپ نے ایک دفعہ سنا ہے تو آپ سامع ہیں آپ نے سنا ہے؛ یہاں پر بات ہو رہی ہے صیغ المبالغہ کی "سمیع" (خوب سننے والا، بہت زیادہ سننے والا)، "علیم" (خوب جاننے والا، بہت زیادہ علم والا)۔

جب آپ صفت سلب کر دیتے ہیں تو پھر نام بھی باقی نہیں رہتا میرے بھائی ! تو آپ نام کو کیسے مانتے ہیں ؟ !

اس لیے بعض لوگوں کو دھوکا یہاں پر ہوا ہے کہتے ہیں " کہ علماء تو کہتے ہیں کہ معتزلہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو ثابت کرتے ہیں اقرار کرتے ہیں"۔

جی ہاں ! صرف نام کا اقرار کرتے ہیں نام کے اعتبار سے حقیقتاً نہیں، بالکل ایسے ہرگز نہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے اسماء کا اقرار کرتے ہیں یقین کے ساتھ۔ فرق جانا ہے دونوں میں ؟

اُشعریہ شیخ صاحب فرماتے ہیں ( شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں کو ثابت کرتے ہیں اقرار کرتے ہیں لیکن صفات میں سے صرف سات صفات کو مانتے ہیں۔

ان تمام کو معطلہ کہا جاتا ہے "اہل التعطیل"؛ لیکن ان میں سے بعض جو ہیں وہ مکمل طور پر معطلہ ہیں تعطیل (یعنی انکار) کرنے والے ہیں، اور بعض جو ہیں جزوی طور پر نسبی طور پر تعطیل کرنے والے ہیں جیساکہ معتزلہ اور اُشاعرہ۔

اب تین نام ہیں: (۱) جہمی ہیں۔ (۲) معتزلہ ہیں۔ (۳) اُشاعرہ ہیں۔

کلی طور پر معطلہ کون ہیں؟ جہمی۔ جزوی طور پر کون ہیں؟ اُشاعرہ (ماتریدیہ بھی ان میں شامل ہیں) اور معتزلہ۔

یہ تو تھی ایک ایکسٹریم (Extreme) "اہل التعطیل" یعنی انکار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا۔

دوسری طرف "اہل التمثیل ومشبہہ": اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان صفات کو اپنے لیے ثابت کیا ہے؛ لیکن یہ کہتے ہیں (یہ مشبھہ جو ہیں کہتے ہیں) ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات جیسی ہیں اس کے بغیر کوئی چارا نہیں ہے؛ (عجیب سی بات ہے!)۔ اِنہوں نے اس بات میں غلو کیا، اور اُنہوں نے جو اہل التعطیل ہیں تنزیہ میں انکار میں غلو کیا ہے۔

اِن لوگوں نے یہ کہا ہے جو مشبہہ ہیں (اہل التمثیل جو ہیں تمثیل کرنے والے ہیں) وہ یہ کہتے ہیں: آپ پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے چہرے کو ثابت کریں، اور یہ چہرہ جو اللہ تعالیٰ کا آپ ثابت کرتے ہیں یہ مخلوقات میں جو سب سے خوبصورت چہرہ ہے کسی مرد جوان کا چہرہ آپ پر لازم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے چہرے کو اُس چہرے جیسا سمجھیں (نعوذ باللہ)!۔

وجہ کیا ہے؟ کہتے ہیں: دیکھیں اللہ تعالیٰ نے جو خطاب ہم سے کیا ہے اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے یا جو ہمیں خبر دی ہے وہ اس زبان میں ہے جو ہم سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 27 میں: ﴿وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ ۝٢٧﴾ (الرحمٰن:27): تو کہتے ہیں ﴿وَجۡهُ﴾ سے اس لفظ سے (جو وَجۡه چہرے کا لفظ جو ہے) ہم تو صرف یہی سمجھ سکتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں، اور جو سب سے خوبصورت چہرہ دیکھیں گے ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ایسا ہے (نعوذ باللہ)!

تواُن کا یہ دعویٰ جو ہے "والعیاذ باللہ"؛ کہ مخلوقات میں سے کیونکہ انسان سب سے خوبصورت مخلوق ہے تمام مخلوقات میں سے توانسانی شکل وصورت میں جو سب سے خوبصورت چہرہ ہے اللہ تعالیٰ کا چہرہ ویسا ہے!! (یہ کہتے ہیں نعوذ باللہ!)؛ اور کہتے ہیں کہ یہی معقول ہے!!۔ دیکھیں یہاں پر بھی عقل سے مار کھائی ہے! عقل خود مخلوق ہے مسکین ہے، کمزور ہے حقیر ہے فقیر ہے،

دیکھیں آپ عقل کو (صرف عقل کو)؛ عقل میں سے آپ دین کو نکال دیں ایمان کو آپ نکال دیں، ایمانیات کو آپ عقل سے نکال دیں بچے گا انسان یا عقل؟ انسانی عقل کے بارے میں آپ جانتے ہیں کیا ہے؟ یا انسان اس عقل کو جو ایمان اور دین سے بالکل الگ ہے صرف انسان ہے کیسا انسان ہے پتہ ہے؟

اچھا یہ واجب نوٹ کر لیں آپ اگلے درس میں: انسان کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کیا ہے قرآن مجید میں اس کی کیا صفات بیان کی ہیں؟اس میں ایک لفظ شامل کر دیں "اچھا انسان"؛ ہر انسان اچھا نہیں ہوتا۔ واجب کیا ہے؟ کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جب انسان کا ذکر کیا ہے ذرا صفات پر غور کریں کہ یہ انسان کیسا ہے آپ واللہ حیران ہو جائیں گے! اور کہیں پر بھی انسان کے لفظ کے ساتھ دیکھیں کون سی صفات ہیں؟ اور جب اس انسان کے ساتھ ایک چیز مل جاتی ہے تو اس کا نام ہی بدل جاتا ہے اس کی صفت بھی بدل جاتی ہے، اس کی زندگی بدل جاتی ہے وہ کیا چیز ہے اور کس طریقے سے پھر یہ چیز اس کی تمام یعنی جیسے کہتے ہیں نا کہ اس کی زندگی پوری بدل جاتی ہے اس ایک چیز سے، جب اس انسان میں شامل ہو جائے وہ کیا چیز ہے اور پھر فرق دیکھیں کہ یہ انسان صرف انسان ہے تو کیسا ہے، جب یہ چیز اس انسان میں شامل ہو جائے تو پھر کیسا بن جاتا ہے، اور دونوں کے خطاب میں فرق دیکھیں قرآن مجید میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کے بارے میں کیا فرمایا ہے، یہ بھی انسان ہے اس خاص صفت کے ساتھ جب متصف ہو جاتا ہے تو یہ کیسا بن جاتا ہے؛ دونوں کے خطاب میں فرق دیکھیں پھر آپ۔

اب دو ایکسٹریمز (Extremes) ہم نے دیکھی ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے کہ ایک طرف ایک فرقہ ہے "جہمیہ" جو معطلہ ہیں؛ اور اِن کے ساتھ "معتزلہ" اور "اَشاعرہ" بھی جو جزوی طور پر اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں۔

دوسری طرف دوسری ایکسٹریم (Extreme) جو ہے "مشبھہ" جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے تو ہیں اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات لیکن مخلوق جیسا ہمیں ماننا ہی پڑے گا کوئی اور چارا نہیں ہے (نعوذ باللہ)!

تیسرا فرقہ اہل سنت والجماعت کا فرقہ جو ہے، یہ کہتے ہیں کہ جو حق دونوں جانب میں سے ہے ہم وہی لیں گے؛ ((جو تنزیہ میں سے یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ پاکیزگی کے تعلق سے جو بات کی ہے انکار والے معطلہ نے انہوں نے کیوں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کیا ہے؟ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو تشبیہ سے پاک کرنا چاہتے ہیں ورنہ تشبیہ (مثل) لازم آتی ہے، نام مخلوق کے بھی ہیں صفات مخلوق کی بھی ہیں اس لیے ہم انکار کرتے ہیں تاکہ تشبیہ سے اللہ تعالیٰ کو پاک کریں))، جو پاکیزگی کی بات کرتے وہ تو ٹھیک ہے اُس حد تک لیکن ہم بغیر تمثیل کرنے کے بغیر مثلیت بیان کرنے کے ہم اس حق کو لیں گے، اور دوسری طرف جو مشبھہ ہیں جو اقرار کرتے ہیں ہم اُس حق کو

بھی لیتے ہیں لیکن بغیر مثل بیان کرنے کے؛ تو نہ انکار کرتے ہیں اور نہ ہی تمثیل اور تشبیہ سے کام لیتے ہیں اور دونوں طرف سے جو دلائل ہیں وہ لیتے ہیں۔

تو خلاصہ یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ اہل سنت والجماعت جو ہیں یہ وسط ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں دو بڑے فرقوں کے بیچ میں ایک فرقہ جو ہے وہ نفی اور تنزیہ میں غلو سے کام لیتے ہیں یہ اہل تعطیل ہیں جہمیہ وغیرہ جو ہیں، اور دوسرا فرقہ جو ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو ثابت کرنے میں غلو سے کام لیا اور تمثیل اور تشبیہ سے کام لیا انہیں ممثلہ بھی کہتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت جو ہیں اُن کا یہ عقیدہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اثبات میں غلو سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی نفی میں غلو سے کام لیتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو ثابت کرتے ہیں بغیر انکار کے اور بغیر تمثیل کے (یعنی بغیر تعطیل اور بغیر تمثیل کے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾(الشوریٰ:11)۔ یہ پہلا اصل اور پہلی مثال ہے۔

2-دوسرا اصول جو ہے اہل سنت والجماعت کا جو مثال دی ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے: "أفعال الله سبحانه وتعالىٰ" (اللہ تعالیٰ کے افعال)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَهُمْ وَسَطٌ فِي بَابِ أَفْعَالِ اللهِ بَيْنَ الْجَبْرِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ" (اور اہل سنت والجماعت جو ہیں وسط ہیں اللہ تعالیٰ کے افعال کے باب میں جبری اور قدریوں کے بیچ میں)۔

اللہ تعالیٰ کے افعال سے مراد تقدیر کا معاملہ اِسے افعالُ اللہ بھی کہتے ہیں۔ اور دو بڑے گروہ ہیں جنہوں نے غلو سے کام لیا ہے اس باب میں: (۱) ایک تو جبری ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انسان مجبور ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور پیدا کیا ہے (جبر سے یہ لفظ لیا گیا ہے ان کو جبری فرقہ بھی کہتے ہیں)۔ (۲) اور دوسرے ہیں القدری (القدریہ) تقدیر کے منکر جو ہیں۔

جبری جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ تقدیر میں ہے تقدیر اس لیے لکھی ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور انسان مجبور ہے، مخلوقات مجبور ہیں اپنا کوئی اختیار نہیں ہے؛ اور اِن کی ضد دوسرا فرقہ جو ہے وہ ہے القدریہ (تقدیر کے منکر بھی ان کو کہتے ہیں) جو کہتے ہیں کہ انسان، مخلوق خود کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ کا انسان کے افعال سے کوئی تعلق نہیں ہے انسان خود مختار ہے۔

شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں کی "باب القدر" تقدیر کے معاملے میں تین قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم جو ہے وہ تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں لیکن غلو کے ساتھ (ایمان سے مراد کہ تقدیر کو ثابت کرتے ہیں ایمان تو لفظ میں نہیں کہہ سکتا لیکن تقدیر کو ثابت کرتے ہیں لیکن حد سے تجاوز کرتے ہیں تقدیر کو ثابت کرنے میں) یہاں تک کہ انسان کا جو اختیار ہے اور طاقت

ہے اس کو بھی سلب کر دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کرنے والا ہے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ اللہ ہی کر رہا ہے، اور بندے کا کوئی اختیار کوئی قدرت کوئی طاقت نہیں ہے، انسان جو کچھ بھی کرتا ہے وہ مجبوری کی حالت میں کرتا ہے۔

بلکہ بعض لوگ تو یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں ان میں سے کہ انسان کا جو فعل ہے وہ اللہ کا فعل ہے (نعوذ باللہ؛ بندے کا جو فعل ہے وہ اللہ ہی کا فعل ہے، یعنی جو کچھ انسان کرتا ہے وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کر رہا ہے؛ نعوذ باللہ)۔

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہیں سے جو اہل الاتحاد اور حلول جو ہیں داخل ہوئے ہیں اور یہ فرقہ جبریوں کا فرقہ ہے ان کو کہتے ہیں "جبریہ" جو تقدیر اور اللہ تعالیٰ کے افعال کو ثابت کرنے میں حد سے تجاوز کر کے غلو کرتے ہیں۔

میرا ایک سوال ہے کہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "بل إن بعضهم ادعى أن فعل العبد هو فعل الله"، بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بے شک جو بندے کا فعل ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے کسی کو کوئی مثال یاد ہے؟ کیا واقعی آج کے دور میں یہ چیز ہے کہ نہیں ہے یہ بتائیں پہلے یا ہم کسی زمانے کی باتیں کر رہے ہیں؟ جہمیہ تھے وہ گزر گئے، جبریہ تھے وہ گزر گئے، معتزلہ پتہ نہیں ہیں نہیں ہیں، کیا یہ ہوائی ایسے ہی باتیں ہیں یا کوئی حقیقت بھی ہے؟

یہ جو جبریہ عقیدے کی بات ہے بڑی خطرناک بات ہے! اور خطرناک ساری باتیں ہیں جتنے بھی فرقے ہیں باطل فرقے لیکن اس کی ایک واضح مثال دیتا ہوں آپ حیران ہو جائیں گے کہ کس طریقے سے بد عقیدگی آج بھی موجود ہے واللہ! کہاں ہے پتہ ہے؟ یعنی شیخ صاحب کا یہ کہنا کہ جو جبری ہیں انہوں نے ایک بڑا خطرناک راستہ بنایا ہے ان لوگوں کے لیے جو اہل الاتحاد والحلول ہیں! "اتحاد" (خالق مخلوق ایک ہے) "حلول" (اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حل ہو چکا ہے)۔

"اتحاد" دو الگ چیزوں کو ایک ساتھ ملا دینا (متحد کر دینا)، "حلول" حل ہو جانا جیسا کہ پانی میں آپ نمک کو حل کر دیتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں نا اتحاد اور حلول؟ اور اس سے پہلے ایک اور اسٹپ (Step) ہے بعد میں آتا ہے وہ کیا ہے؟ وحدۃ الوجود۔

اب میں نے اور آسان کر دیا ہے کہ موجود ایک ہی ہے، اس سے خالق اور مخلوق ایک ہی ہے، اُس سے پھر حلول بھی اور اتحاد بھی آ گیا۔ ایک جملے سے میں آپ کو یاد دلاتا ہوں اگر آپ یاد ہو پچھلے کئی دروس میں اس کو میں نے بیان کیا تھا، بڑا خطرناک جملہ ہے "کرنے والا کون کرانے والا کون، وہ تو وہی ہے": کرنے والا بندہ ہے؛ کرانے والا اللہ ہے؛ دونوں "وہ تو وہی ہے" (ایک ہی ہے)۔ جانتے ہیں کس کے تعلق سے ہے نعوذ باللہ؟! یہی تو میں کہہ رہا ہوں نا اتحاد اور حلول کیسے ہے؟! بعض لوگ کہتے ہیں کہ بس ایسے ہی ہوائی باتیں ہیں حقیقت نہیں ہے! تذکرۃ الرشید، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 262 (نوٹ کر لیں ان شاء اللہ یہی ہو گا دیکھ لینا)؛

اور بڑا عجیب سا قصہ ہے کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں کچھ رنڈیاں تھیں (مشہور قصہ ہے رنڈیوں کے تعلق سے بات ہو رہی ہے، نعوذ باللہ) مریدنیاں تھیں، پھر وہ سہارنپور میں گئے ایک رنڈی کے گھر میں مہمان ہوئے تو سب آئیں پیر صاحب سے ملنے کے لیے، صرف ایک نہیں آئی؛ تو اُس نے کہا فلاں کہا ہے؟ (فلانا کہاں ہے جو رنڈی نہیں آئی)، وہ کہتی ہے انہوں نے کہا ہے کہ میں کس منہ سے جاؤں اپنے پیر کے سامنے؟! اُس نے کہا کہ اسے بلا کر لے آؤ، اسے بلا کر لایا گیا (بڑا لمبا قصہ ہے) تو اسے کہتا ہے کہ "بی بی تم کیوں شرماتی ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے"۔(إنا لله وإنا إليه راجعون)۔ انسان مجبور ہے، اللہ تعالیٰ مجبور کرتا ہے اس کو فعل پر اور جو کچھ انسان کرتا ہے وہ اللہ ہی کرنے والا ہے (نعوذ باللہ)۔ یہ تھے جبری۔

(۲) دوسری طرف شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): دوسری قسم یعنی جو تقدیر کے منکر ہیں ایک نے تو تقدیر کو ثابت کرنے میں غلو سے کام لیا حد سے تجاوز کیا، دوسری طرف ان کے برعکس ان کی ضد میں جو تقدیر کے منکر ہیں ان کو قدریہ بھی کہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں: جب آپ لکھیں نا، کوئی عالم کہتا ہے: "قال، یقول، یا نقول"؛ یہ عقیدے کے تعلق سے وہ کہتے ہیں یعنی یہ عقیدہ رکھتے ہیں اُس کو زبان سے پھر بیان بھی کرتے ہیں، صرف زبانی قول نہیں ہوتا یہ۔

جب ہم عقیدے کی بات کرتے ہیں پھر کہتے ہیں: "ہم کہتے ہیں" (مطلب ہمارا یہ عقیدہ ہے جس کو ہم زبان سے ایکسپریس (Express) کرتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں)۔

وہ یہ کہتے ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں کہ بندہ جو ہے اپنے فعل سے مستقل ہے، اللہ تعالیٰ کی اس میں کوئی مشیئت اور نہ ہی کوئی تقدیر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھی ہے؛ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے یہ کہا غلو کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہی نہیں ہوتا انسان کے فعل کا جب تک کہ انسان کرتا نہیں ہے!

"اللہ کے علم میں نہیں ہوتا"؛ یہ جو غلو کرنے والے ہیں (نعوذ باللہ) کہ انسان جب تک فعل کرتا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ انسان کیا کرنے والا ہے، جب انسان کر لیتا ہے پھر اللہ کو پتہ چلتا ہے کہ انسان نے یہ کیا ہے! (نعوذ باللہ)۔

اوران کو قدری کہتے ہیں اور "مجوس هذه الأمة" جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت کے مجوس ہیں۔

جو پہلا گروہ ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے افعال اور تقدیر میں غلو کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور کیا ہے اپنے فعل پر اور انسان کو کوئی اختیار نہیں۔

اور دوسرا یہ فرقہ جو ہے تقدیر کے منکر جو ہیں انہوں نے بندے کی جو قدرت ہے اس پر غلو سے کام لیا اور یہ کہا کہ انسان ہی سب کچھ کرنے والا ہے انسان خود مختار ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیئت جو ہے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس بندے کے فعل سے انسان ہی جو ہے وہ مطلق الاختیار ہے اپنے فعل کرنے کا۔

(۳) تیسرا گروہ جو اس تعلق سے اہل سنت والجماعت ہیں جو وسط ہیں دونوں کے، جو حق دونوں طرف ہے دونوں جانب وہ لیتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں: کہ بے شک بندے کا جو فعل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیئت سے ہی واقع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے (یعنی بندے کو پیدا کیا ہے بندے کے فعل کو بھی پیدا کیا ہے)، یہ ہم کبھی نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کے ملک میں کوئی ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا ہے، جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہی ہوتا ہے، اور انسان کا اپنا اختیار اور ارادہ بھی ہے اور انسان کا اپنا ارادہ جو ہے یہ فرق بھی جانتا ہے فعل کے اعتبار سے انسان کہ وہ کون سا فعل ہے جو اپنی مرضی سے کرتا ہے اپنے اختیار سے کرتا ہے اور وہ کون سا فعل ہے جس پر وہ مجبور ہوتا ہے، اور وہ کون سا فعل ہے جو اُس سے اچانک سرزرد ہو جاتا ہے بغیر اُس کے ارادے کے؛ جیسا کہ ریفلیکس (Reflex) ہوتے ہیں وہ ایسا ہے جو انسان کا اپنا ارادہ نہیں ہوتا اچانک انسان سے ہو جاتا ہے۔ تو بندوں کے جو افعال ہیں وہ اُن کے اپنے اختیار اور ارادے سے ہیں اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہی اور پیدا کرنے سے یہ واقع ہوتے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ایک اشکال ہے یہاں پر وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے فعل کا خالق کیسے ہو سکتا ہے جبکہ انسان خود فعل کرنے والا ہے؟!

ایک سوال ہے اس کا جواب یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ انسان کا جو فعل ہے وہ انسان کے اپنے ارادے اور قدرت سے ہی سرزرد ہوا ہے اور جس ذات نے اس انسان میں اس ارادے کو اور اس طاقت اور قدرت کو پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ ہے؛ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ سے طاقت کو ہی سلب کر لے قدرت کو سلب کر لے تو آپ عاجز ہو جائیں گے استطاعت آپ کو ہو گی نہیں کچھ کرنے کی۔ یعنی ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو کچھ کرنے پر قادر ہو، اگر وہ نہ کرنا چاہے تو نہیں کرے گا؟!

یہ پانی کی بوتل رکھی ہے میں نہیں پینا چاہتا (چاہوں تو پی لوں، چاہوں تو نہ پیئوں) یہ میرے اندر پینے کا ارادہ پھر یہ طاقت کہ بوتل اُٹھا کر منہ تک لے جا کر پینے کی یہ کس نے میرے اندر پیدا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ اچھا ارادہ کس کا ہے اللہ تعالیٰ کا ہے یا میرا ہے؟ میرا ہے جو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ تو ارادہ تو میرا ہے اور بوتل کو اٹھانا اور پینا بھی میرا اپنا فعل ہے لیکن مجھے کس نے پیدا کیا؟ میرے

فعل کو کس نے پیدا کیا؟ اللہ تعالیٰ۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی انسان جس کی طاقت بھی ہے کسی عمل کو کرنے کی، وہ عمل نہ کرے تو اُس کی مرضی ہے، اللہ تعالیٰ نے اُسے مجبور نہیں کیا کہ تم نے یہ عمل لازمی کرنا ہے یا اُس سے محروم نہیں کیا کہ تم یہ عمل کر نہیں سکتے ہو۔ ہر انسان جو قادر ہے کسی فعل کرنے کا وہ اپنے ارادے سے فعل کرتا ہے سوائے اُن کے جن کو مجبور کیا جاتا ہے؛ اِکراہ کی حالت الگ ہے۔ ہم جو بھی فعل کرتے ہیں اپنے اختیار اور طاقت سے کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس اختیار اور طاقت کو ہمارے اندر پیدا کیا ہے۔

3- تیسرا اصل جو ہے (تیسری مثال) الوعد والوعید کے باب میں: الوعید کے تعلق سے مصنف یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَفِي بَابِ وَعِيدِ اللهِ بَيْنَ الْمُرْجِئَةِ وَبَيْنَ الْوَعِيدِيَّةِ مِنَ الْقَدَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ" (اور اللہ تعالیٰ کی وعید کے باب میں اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ وسط ہیں مرجئہ اور وعیدی اُن میں سے جیسے قدری وغیرہ ہیں اُن کے بیچ میں)۔

شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرجئہ جو ہے اسم فاعل اُرجاءسے، اور اُرجا کا معنی ہے تاخیر کرنا، پیچھے کرنا کسی چیز کو، اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الاعراف آیت نمبر 111 میں: ﴿قَالُوٓا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ﴾: ﴿قَالُوٓا﴾: جادوگروں نے کہا سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہم الصلاۃ والسلام کے تعلق سے جب مقابلہ ہونا تھا؛ ﴿اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ﴾ (ذرا مؤخر کر دیں پیچھے کر دیں سیدنا موسیٰ کو اور اُن کے بھائی یعنی سیدنا ہارون علیہم الصلاۃ والسلام کو)۔

اور دوسری قراءۃ میں: "(أرجئه) ؛ أي: أخره وأخر أمره": ﴿اَرۡجِهۡ﴾ و"(أرجئه)":

دونوں ملتے جلتے لفظ ہیں اور دونوں قراءۃ ٹھیک ہیں پڑھنے میں۔

ان کو مرجئہ کیوں کا گیا ہے؟ دو وجوہات ہیں: یا تو رجاء سے یہ لفظ لیا گیا ہے، یا اِرجاء سے یہ لفظ لیا گیا ہے۔

رجاء کہتے ہیں امید کو "الرجاء"؛ کیونکہ جو امید کے دلائل ہیں قرآن مجید میں اُن کو آگے کر دیتے ہیں وعید کی آیات اور دلائل سے۔ وعد کی آیات جو ہیں جن میں اچھی خبر ہے نیک خبر ہے، خوشخبری ہے اہل ایمان کے لیے کہ اُن کو جنت سے نوازا جائے گا اُجر عظیم عطا کیا جائے گا؛ یہ سب اچھی امید ہے اچھے کام کی اسے وعد کہتے ہیں (وعد کی آیات)؛ اور دوسری طرف جو وعید ہیں جن میں جہنم کا ذکر ہے عذاب کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا ذکر ہے اسے وعید کہتے ہیں۔

تو ایک تو یہ معنی ہے "الرجاء" یہاں سے یہ لفظ لیا گیا ہے۔

دوسرا ''الإرجاء''یعنی تاخیر کرنا،اور یہ لفظ تاخیر سے اس لیے لیا گیا ہے کہ ایمان کو اعمال سے نکال دیتے ہیں پیچھے کر دیتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان کے اعمال سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں ہے (ایمان کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یا عمل کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔

جب آپ ایمان کو عمل سے خارج کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں عمل کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ اچھا کریں بُرا کریں ایمان پر کوئی فرق نہیں پڑتا تو آپ نے یہاں پر کیا کیا ہے؟ ایمان سے عمل کو مؤخر کر کے نکال دیا ہے۔

اور اُن کا عقیدہ یہ ہے (مرجئہ کا): "کہ ایمان اعمال میں سے نہیں ہے اور ایمان کا مطلب ہے دل سے اعتراف کرنا بس"۔

(آپ یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے دل سے مانتے ہیں کافی ہے اسے ایمان کہتے ہیں!)۔

اس لیے وہ یہ کہتے ہیں مرجئہ جو ہیں اُن کا یہ عقیدہ ہے: "کہ کبیرہ گناہ کرنے والا شخص جو ہے جیسا کہ زناکار ہے، چور ہے، شراب خور ہے، یا ڈکیت ہے وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں سزا نہیں کاٹیں گے اور نہ وقتی طور پر"؛ یعنی ایمان کے ساتھ کوئی بھی نافرمانی نقصان نہیں دیتی جب آپ مومن ہیں تو پکے مومن ہیں چاہے چھوٹا گناہ ہو یا کبیرہ گناہ ہو اگر کفر کی حد تک نہیں پہنچتا یہ گناہ تو آپ کے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا آپ پکے مومن ہیں (نعوذ باللہ)۔

دوسری طرف جو وعیدیہ ہیں انہوں نے اِن کا مقابلہ کیا (مرجئہ کا) اور وعید کی جانب کو غالب کیا وعد کی جانب پر اور یہ کہا: "کہ انسان جب کبیرہ گناہ کرتا ہے اُس سے تائب نہیں ہوتا اُس سے توبہ نہیں کرتا تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں سزا کاٹے گا، اگر چوری کرتا ہے تو ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے، اگر شراب پیتا ہے ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے، جہنم سے کبھی نکلے گا نہیں"۔

اور وعیدیہ میں دو گروہ ہیں "معتزلہ اور خوارج"؛ اس لیے مصنف نے یہ کہا ہے ''مِنَ الْقَدَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ''(قدریہ اور اُن کے علاوہ)، معتزلہ اور قدری سب اس میں شامل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے عمل میں مستقل ہے؛ اور وعیدیہ میں خوارج بھی شامل ہیں۔ تو دونوں جو گروہ ہیں (قدریہ جن میں معتزلہ بھی شامل ہیں، اور خوارج) یہ کہتے ہیں کہ جو کبیرہ گناہ کرنے والا شخص ہے وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے کبھی خارج نہیں ہو گا جہنم سے، یعنی جس نے ایک دفعہ شراب پی ہے وہ ویسا ہے جیسا کہ کسی نے ہزار مرتبہ کسی بُت کی عبادت کی ہے (یا ہزار سال کسی بُت کی عبادت کی ہے) دونوں کی ایک ہی سزا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہیں (نعوذ باللہ)۔

لیکن نام کے تعلق سے اگلا اصول جو ہے کہ اس کو کہا کیا جائے گا مسلمان ہے یا کافر ہے یا کیا ہے، یا اگلا اصول جو ہے اس پر بات کرتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت جو ہیں ان دونوں گروہوں کے بیچ میں ہیں (وعدیہ اور وعیدیہ کے بیچ میں)، یہ کہتے ہیں کہ نہ تو ہم وعید کی جانب کو غالب کرتے ہیں جیسا کہ معتزلہ اور خوارج نے کہا، نہ تو وعد کی جانب کو ہم غالب کرتے ہیں جیسا کہ مرجئہ نے کہا؛ اور ہم یہ کہتے ہیں (یعنی یہ عقیدہ ہے اہل سنت والجماعت کا اس معاملے میں) کہ جو کبیرہ گناہ کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے عدل وانصاف سے یعنی اسے عذاب دے تو جہنم میں ہمیشہ کے لیے نہیں رہے گا۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کبیرہ گناہ کرنے والے مسلمان کے تعلق سے کہ یہ شخص جو ہے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کردے اپنے رحم وکرم سے فضل وکرم سے اور چاہے تو اسے سزا دے، وہ سزا کا مستحق ضرور ہے (کبیرہ گناہ کرنے والا شخص جو ہے وہ سزا کا مستحق ضرور ہے) اگر توبہ کرلے تو بات ختم ہے۔

یہ اُس شخص کی بات ہو رہی ہے جس نے توبہ نہیں کی اور کبیرہ گناہ پر اس کی وفات ہوگئی (خاتمہ ہوگیا، نعوذ باللہ) اب وہ کیا ہے ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہوگا اس کبیرہ گناہ کی وجہ سے یا اُس کے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اور سزا بھی نہیں ملے گی اسے جیسا کہ مرجئہ نے کہا؟ اہل سنت والجماعت نے یہ کہا ہے: "وہ عذاب کا مستحق ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے فضل وکرم سے معاف بھی کردے اور چاہے تو اپنے عدل وانصاف سے اس بندے کو سزا دے جہنم میں لیکن ہمیشہ کے لیے جہنمی نہیں ہے، جب کبیرہ گناہ کی سزا سے وہ پاک ہو جائے گا جو اُس نے گناہ کیا ہے جہنم میں سزا کے بعد تو وہ جہنم سے نکال دیا جائے گا اور جنت میں داخل کردیا جائے گا"؛ مطلب یہ ہے۔

اختلاف کی وجہ کیا ہے ان دونوں گروہوں کے بیچ میں؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کے آپس میں خلاف اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں نے کانی آنکھ سے نصوص کو دیکھا ہے صرف ایک طرف کے نصوص کو دیکھا ہے (بعين عوراء: کانی آنکھ سے)۔ (اللہ تعالیٰ نے دو آنکھیں دی ہیں، ایک آنکھ سے اگر ایک چیز دیکھتے ہو تو پھر دوسری آنکھ سے دوسری چیز دوسری طرف بھی دیکھو تاکہ میانہ روی اور وسطیت تک پہنچ سکو)۔ تو جو مرجئہ ہیں انہوں نے وعد کی آنکھ سے دیکھا ہے اور انسان کو ارجاء میں داخل کردیا ہے اور کہا ہے کہ اسی پر ہم عمل

کرتے ہیں اور اس کے علاوہ جتنے بھی نصوص ہیں سب کو چھوڑ دیتے ہیں، اور جتنے بھی نصوص ہیں وعید کے اور سزا کے اور عذاب کے وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کافروں کے لیے ہیں، مومنوں کے لیے نہیں ہیں (تو صرف ایک آنکھ سے دیکھا ہے)۔

اور جو وعیدیہ ہیں برعکس اِن کے انہوں نے صرف ایک آنکھ سے دیکھا ہے اور وہ وعید کے نصوص کو دیکھا ہے اور اُن ہی کو ثابت کرتے ہوئے ان پر عمل کیا ہے اور وعد کے نصوص کو چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے ان دونوں کا جو توازن ہے اس میں خلل پڑ گیا ہے کیونکہ ان لوگوں نے ایک طرف کے نصوص کو دیکھا ہے۔ جبکہ یہ بھی اللہ کا فرمان ہے، یہ بھی اللہ کا فرمان ہے (سبحان اللہ) تو دونوں پر عمل کرنا چاہیے نا۔

یہ کام کیا ہے اہل سنت والجماعت نے، اہل سنت والجماعت جو ہیں دونوں نصوص لیے ہیں اور یہ کہا کہ جو وعید کے نصوص ہیں وہ محکم ہیں اور وعد کے نصوص بھی محکم ہیں ہم ان دونوں کو لیتے ہیں۔

پیاری بات ہے ذرا غور کریں جو ابھی میں بات کروں گا اور تمام جتنے بھی مسائل گزر چکے ہیں یا ابھی آگے آئیں گے یہ قاعدہ یاد رکھیں بڑا پیارا قاعدہ ہے فرماتے ہیں دونوں طرف کے نصوص، اور جتنی بھی ہم باتیں کر رہے ہیں کہ وسط ہیں اہل سنت والجماعت کا جو گروہ ہے، ایک طرف دو ایکسٹریمز (Extremes) ہیں چاہے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے باب میں ہو، چاہے اللہ تعالیٰ کے افعال میں تقدیر کے تعلق سے ہو، اور چاہے اس معاملے میں ہو (وعد اور وعید کے معاملے میں) اس میں تمام نصوص موجود ہیں۔

یعنی دونوں کی طرف اہل التعطیل بھی قرآن مجید سے دلیل لیتے ہیں سنت سے لیتے ہیں اور اہل التمثیل بھی ادھر سے لیتے ہیں لیکن اپنی نگاہ سے دیکھتا ہے ہر بندہ (ایک جیسے کہتے ہیں کہ کانی آنکھ سے دیکھنا ہے)؛ کانی آنکھ سے کیا مراد ہے؟ کہ ایک طرف کے نصوص، دلائل کو دیکھتے ہیں جو اپنے من پسند ہیں، دوسرے کو چھوڑ دینا۔

تو پہلا قاعدہ یہ ہے یہاں پر (اس کو قاعدہ سمجھ لیں آپ): کہ وعید کے نصوص محکم ہیں اور وعد کے نصوص بھی محکم ہیں، جب دونوں محکم ہیں تو دونوں پر عمل کرنا لازم ہے، اس لیے ہم دونوں کو لیتے ہیں دونوں پر عمل کرتے ہیں۔

اور وعد کے نصوص پر عمل کرتے ہوئے وعیدیہ جو ہیں ان کا ردّ کیا، اور وعید کے نصوص لے کر مرجئہ کا ردّ کیا اور یہ کہا "کہ جو کبیرہ گناہ کرنے والا شخص ہے وہ جہنم میں داخل ہونے کا مستحق ہے اللہ کے عذاب کا مستحق ہے" تاکہ وعید کے نصوص پر عمل کیا جائے؛ "لیکن اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا" تاکہ وعد کے نصوص کو نہ چھوڑا جائے۔

دیکھیں ایک جملہ ہے اور دونوں پر عمل ہوا کہ نہیں؟! کہ کبیرہ گناہ کرنے والے شخص کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، عذاب کا مستحق ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے عذاب بھی دے گا جہنم میں لیکن اس میں ہمیشہ کے لیے نہیں رہے گا؛ "عذاب دے گا" وعید کے نصوص ہیں، "جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا" وعد کے نصوص کی وجہ سے۔

دونوں پر عمل ہوا کہ نہ ہوا؟ (سبحان اللہ)؛ یہ وسطیت ہے۔

"فأخذوا بالدليلين ونظروا بالعينين" (دونوں طرف کے دلائل کو بھی لیا ہے اور دونوں آنکھوں سے بھی دیکھا ہے)۔

4-چوتھا اصول اہل سنت والجماعت کا: "أسماء الإيمان والدِّين" (ایمان کے نام اور اسماء اور دین)۔

یعنی یہ تو ابھی ہم نے جان لیا ہے معتزلہ کے تعلق سے اور خوارج کے تعلق سے کہ آخرت میں کبیرہ گناہ کرنے والے شخص کے تعلق سے وہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہوں گے (اس میں ان کا اتفاق ہے) لیکن دنیا میں اس کے بارے میں ہم کیا کہیں گے؟ یہ شخص جو ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب کی اسے سزا دی جائے گی تو دنیا میں کیا ہوگا ہے تو کلمہ پڑھنے والا مسلمان وہ؟! اب دنیا میں کیا کافر کہیں گے اسے، اسے مومن کہیں گے اسے فاسق کہیں گے، اسے کہیں گے کیا؟! اسے کہتے ہیں "أسماء الإيمان والدِّين": کہ ایمان کا نام، اُسے سلب کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا، کیا دین میں باقی رہے گا یا دین سے خارج کر دیا جائے گا؛ یہ الگ سے اصول ہے (سبحان اللہ) اہل سنت والجماعت کا۔

مصنف یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وفي باب أسماءِ الإيمانِ والدِّينِ بَيْنَ الحَرُورِيَّةِ وَالمُعْتَزِلَةِ، وَبَيْنَ المُرْجِئَةِ الجَهْمِيَّة" (ایمان کے اسماء اور دین کے تعلق سے اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ وسط ہیں حروریہ (یعنی خوارج کو حروریہ بھی کہتے ہیں) اور معتزلہ ایک طرف، اور دوسری طرف مرجئہ اور جہمیہ کے بیچ میں ہیں)۔

شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "باب الأسماء والدِّين" یہ احکام کے باب سے الگ ہیں، وعد اور وعید کا معاملہ جو ہے اسے کہتے ہیں باب الاحکام۔

اس کا حکم کیا ہے؟ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے سزا ملے گی اسے، سزا جہنم، اگر اس پر یعنی بغیر توبہ کے مر جاتا ہے جہنم میں ہمیشہ رہے گا (یہ جو وعیدیہ ہیں)؛ جو مرجئہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ عمل کا ایمان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اسے کہیں گے کیا؟ کیا مومن ہے یا کافر ہے؟

اہل سنت والجماعت جو ہیں دونوں گروہوں کے وسط میں ہیں؛ حروریہ اور معتزلہ ایک طرف، اور مرجئہ اور جہمیہ دوسری طرف۔

حروریہ اور معتزلہ نے ( حروریہ یعنی خوارج اور معتزلہ نے) اسے ایمان سے تو خارج کر دیا ہے لیکن خوارج نے کہا ہے: "کہ وہ کافر ہے اُس کا خون اور اُس کا مال جو ہے وہ حلال ہے"؛اس لیے انہوں نے ظالم حکمرانوں پر جو ہے اُن کی تکفیر کی ہے اور اُن کے خلاف خروج بھی کیا ہے، وہ کہتے ہیں: "کہ جو حکمران ہیں وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، کافروں سے دوستی کرنا جو ہے وہ کبیرہ گناہ ہے اور کبیرہ گناہ جو ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے"؛ تکفیر کرتے ہیں: ایک طرف۔

اور دوسری طرف مرجئہ، جہمیہ جو ہیں اس گروہ کی مخالفت کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "کہ یہ مومن ہیں ان کا ایمان کامل ہے چاہے وہ چوری کرے، زناکاری کرے، شراب پیے، قتل کرے یا ڈکیتی کرے، ہم اسے کہیں گے کہ تم مومن ہو تمہارا ایمان کامل ہے جیسے کہ کوئی شخص جو ہے وہ تمام واجبات اور مستحبات پر عمل کرتا ہے اور محرمات کا اجتناب کرتا ہے، آپ اور یہ شخص جو ہے دونوں برابر ہیں !!"۔

یعنی ایک مسلمان ہے مومن ہے اور فرائض، واجبات، مستحبات کی ادائیگی میں بہت آگے ہے محرمات سے اجتناب کرنے والا ہے ،ایک طرف؛ دوسری طرف یہ چور ہے ڈکیت ہے اُس نے قتل بھی کیا ہے خونریزی بھی ہے ڈکیتی بھی کی ہے، زناکار بھی ہے شراب پینے والا بھی ہے، سود خور بھی ہے، یہ سارے کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے، کہتے ہیں تم دونوں برابر ہو کوئی فرق نہیں ہے !! وجہ کیا ہے؟ کیونکہ عمل کا ایمان سے تعلق ہی نہیں ہے ان کے نزدیک (نعوذ باللہ)۔

وہ کہتے ہیں "کفر کے علاوہ"؛ کیونکہ کفر ہے تو پھر مسلمان ہی نہیں ہے نا: اگر ایمان باقی ہے کچھ بھی کر لو تو ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا آپ کے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ دونوں جو ہیں ایک دوسرے کی ضد ہیں حکم میں اور نام میں۔

معتزلہ جو ہیں وہ یہ کہتے ہیں: "کہ جو کبیرہ گناہ کرنے والا شخص ہے وہ ایمان سے تو خارج ہوا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا"۔

اب دیکھیں دو گروہ گزر چکے ہیں اب تیسرے گروہ کی بات میں کر رہا ہوں: (۱) پہلا گروہ خوارج کہتے ہیں کافر ہے، جو بھی کبیرہ گناہ کرتا ہے وہ کافر ہے، (۲) دوسرا گروہ مرجئہ، وہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والا پکا مومن ہے کوئی فرق نہیں پڑتا؛ (ایکسٹریمز (Extremes) دونوں دیکھیں!) (۳) پھر معتزلہ یہ بھی وعیدی ہیں، وعید مطلب آخرت میں یہ سزا ہے ہمیشہ کے لیے جہنمی

ہے: کس کے ساتھ ؟ خوارج کے ساتھ ؛ لیکن انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں ایک اعتراض ہے خوارج پر کیا اعتراض ہے ؟ کہتے ہیں خوارج نے تکفیر کی ہے دائرۂ اسلام سے خارج کیا ہے، ہم یہ کام نہیں کرتے ؛ اور دوسری طرف جو مرجئہ ہیں کہتے ہیں پکا مومن ہے، ہم یہ کام بھی نہیں کرتے۔

تو پھر آپ کیا کرتے ہیں بھئی دنیا میں وہ کیا ہے مومن ہے یا کافر ہے ؟! معتزلہ کہتے ہیں جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے ہم اُس کے بارے میں یہ نہیں کہیں گے کہ وہ کافر ہے یا مومن ہے کیونکہ یہ ایمان سے تو خارج ہو گیا ہے لیکن کفر میں داخل ہوا ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے !! تو دونوں منزلوں کے بیچ میں ایک منزلت میں ہیں : ہم یہ جسارت نہیں کر سکتے کہ کہیں کافر ہیں، اور ہمارے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ ہم کہیں وہ مومن ہے جبکہ وہ کبیرہ گناہ کر رہا ہے، کہ زنا بھی کر رہا ہے شراب بھی پیتا ہے، چوری بھی کرتا ہے، اور یہ کہیں کہ وہ مومن ہے ؟! نہیں ہم یہ نہیں کہتے۔

وہ کہتے ہیں : "ہم سب سے زیادہ خوش بخت ہیں کیونکہ ہم نے حق کی بات کی ہے !" ؛ (سبحان اللہ)۔

دیکھیں حق کیا ہے اُن کے نزدیک ؟ کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب جو ہے کہتے ہیں مومن تو نہیں ہے وہ، کہتے ہیں ایمان سے تو ہم خارج نہیں کر سکتے۔

اچھا مومن کیوں نہیں ہے وہ ؟ کہتے ہیں کیونکہ حدیث میں کیا آیا ہے ؟ کہ جب چور چوری کرتا ہے تو ایمان اس کے سر پر باہر نکل آتا ہے (سر پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے) ؛ دوسری روایت میں کیا ہے ؟ کہ زناکار جب زناکاری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا، شراب پینے والا وہ کہتے ہیں مومن نہیں رہتا : تو جو ایمان کی نفی کر دی گئی ہے کہتے ہیں "ایمان کی تو نفی کی ہے یہاں پر"۔ تو کافر ہے کیا وہ ؟ کہتے ہیں اس کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کفر کی اس لیے ہم کافر نہیں کہہ سکتے ! (سبحان اللہ)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں : حقیقت یہ ہے اگر وہ یہ کہتے کہ ایسا شخص جو ہے وہ ایک مومن عبادت گزار شخص کے برابر نہیں ہو سکتا تو سچے ہوتے۔

جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اگر وہ یہ کہتے کہ جو کبیرہ گناہ کرتا ہے وہ اُس سچے پکے مسلمان، عبادت گزار مسلمان کے برابر نہیں ہے تو بات تو ٹھیک تھی، لیکن یہ کہنا کہ نہ مومن ہے نہ کافر ہے اور تیسری منزلت نکال لینا ایک تیسری جگہ نکال لینا دونوں کے بیچ میں (ایمان اور کفر کے بیچ میں) نہ اس کی کوئی دلیل ہے نہ اس کو عقل مانتی ہے (سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اُن کا یہ عمل جو ہے کہ اسے ایمان سے خارج کر کے اور ایک نئی منزلت بنانا (ایمان سے خارج کیا کفر میں داخل بھی نہیں کیا لٹکا دیا بیچ میں) یہ جو اُن کا عمل ہے یہ بدعت ہے جس کی نہ تو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی دلیل ہے، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں کوئی دلیل ملتی ہے؛ جتنے بھی نصوص موجود ہیں قرآن اور سنت میں اس میں دو کے بیچ میں کوئی منزلت آپ کو ملے گی نہیں۔

دیکھیں مثالیں دیکھیں چند:

(۱) سورۃ سبا آیت نمبر 24 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (ہم اور تم لوگ یا تو ہدایت پر ہیں یا تو کھلی گمراہی میں ہیں)۔

بیچ میں کوئی ہے؟ یا ہدایت ہے یا کھلی گمراہی ہے۔ دونوں کے بیچ میں ہدایت یا گمراہی کے بیچ میں کوئی اور چیز ہے تیسری؟ نہیں ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورہ یونس آیت نمبر 32 میں: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے)۔

یعنی کچھ بھی نہیں ہے، یا حق ہے یا باطل ہے۔

(۳) تیسری آیت سورۃ التغابن آیت نمبر 2 میں: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ (اُسی نے تمہیں پیدا کیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے)) ﴿فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ (تم میں سے کچھ کافر ہیں اور کچھ مومن ہیں)۔ بیچ والے کہاں ہیں؟ کوئی نہیں ہے۔

اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں قرآن مجید کے تعلق سے: "الْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ" (قرآن مجید یا تو آپ پر حجت ہے یا تمہارے لیے حجت ہے)۔ بیچ میں کوئی راستہ ہے؟ نہیں۔

(یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے)۔ تو دو کے بیچ میں منزلت جو ہے کوئی ہے ہی نہیں، نہ اس کی کوئی دلیل ہے۔

اور وعید کے باب میں عجب بات یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ وعید کے باب میں خوارج کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے کبیرہ گناہ کرنے والے کے تعلق سے کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا، دنیا میں جو احکام الاسلام ہیں وہی یعنی اُس پر قائم کی جائیں گی کیونکہ وہی اصل ہے اُن کے نزدیک، یعنی دنیا میں وہ فاسق کی منزلت پر ہے جو گناہگار ہے لیکن آخرت میں ہمیشہ کے لیے جہنم رسید ہو جائے گا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''سبحان اللہ!''؛ ہم کس طریقے سے (بڑی پیاری بات ہے ذرا غور سے سنیں) نماز جنازہ پڑھیں اور کہیں ''اللھمّ! اغفر لہ'' جبکہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے؟!

یعنی ان لوگوں کا یہ کہنا جو معتزلہ ہیں: "کہ دنیا میں نہ مومن ہے نہ کافر ہے بیچ میں کہیں پر ہے اور دنیا میں اگر مر گیا تو جو احکام الاسلام ہیں وہی لاگو ہوں گے، مرے گا تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے تدفین بھی مسلمانوں کے قبرستان میں ہو گی (اس طریقے سے) لیکن آخرت میں ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے وہ"۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں (اب عقلی دلیل دیکھیں): ایک تو قرآن اور سنت میں کوئی دلیل نہیں ہے، دلائل جو موجود ہیں قرآن اور سنت میں صرف دو ہیں تیسرا بیچ کا راستہ تو ہے نہیں، اور پھر تم لوگوں کا یہ کہنا کہ کہ دنیا میں اس پر جو اسلام کے احکام ہیں وہ لاگو ہوں گے وہ کیسے؟! یعنی آپ یہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مر گیا ہے ہمیں یقین ہے کہ (نعوذ باللہ) وہ جہنم میں ہے ہمیشہ کے لیے؛ جیسے معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہے یعنی ایک شخص سود خور ہے مر گیا ہے اب اس کی نماز جنازہ تو پڑھنی ہے نا۔

معتزلہ بھی نماز جنازہ پڑھتے ہیں کیوں پڑھتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے تو خارج ہوا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا ہے (وہ لٹکا ہوا ہے بیچارا بیچ میں) تو حقیقتاً اصل تو ایمان کا ہی ہے لیکن ایمان ہم کہہ نہیں سکتے اس کے بارے میں۔

اچھا نماز جنازہ اور باقی احکام؟ کہتے ہیں وہ ہیں اُس کے۔ اچھا نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں اور دعا کر رہے ہیں ''اللھمّ! اغفر لہ'' (اے اللہ! اس کی مغفرت کر)؛ آخرت میں تو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہے مغفرت کس چیز کی ہو رہی ہے؟! تو دعا کس چیز کی کر رہے ہیں ہم؟! اُن کے خلاف ہی ہے! یا تو یہ کہو کہ ہمیشہ کے لیے جہنمی نہیں ہے کوئی چانس اس کو دو بچنے کا؛ نہیں بچنے کا کوئی چانس نہیں ہے! یعنی جو کافر ہے ہمیشہ کے لیے یعنی ابو جہل ابو لہب ہمیشہ کے لیے عذاب جہنم میں کھائیں گے یہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب بھی اُن کے ساتھ ہو گا عذاب میں! یعنی ہمیشہ کا عذاب اس کو ملے گا! تو پھر مغفرت کس لیے کر رہے ہیں جناب کوئی جواز بنتا ہے؟!

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ایک تو نماز نہیں پڑھ سکیں گے اس کے بغیر فائدہ نہیں ہے، اور پھر یہ واجب ہے دنیا میں کہ وہ توقف سے کام لیتے اور کہیں وہ مسلمان ہی نہیں ہے نہ کافر ہے اور اسلام کے احکام بھی ہم اسے نہیں دیں گے نہ ہی کفر کے، اگر مر جاتا ہے تو نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے نہ کفن دفن کریں گے، نہ اس کا غسل کریں گے، نہ مسلمانوں کے ساتھ اسے دفنائیں گے نہ

کافروں کے ساتھ اسے دفنائیں گے (نہ مومن ہے نہ کافر ہے نا) تو پھر اس کے لیے دو قبروں کے بیچ میں ایک قبر ڈھونڈیں گے۔ یہی ہوگانااور کیا ہے؟! یعنی حقیقت میں دیکھیں تو ناممکن ہے یہ! اور اس پر وہ بھی عمل نہیں کرتے سچ بات ہے!

یہ دو بالکل ایکسٹریمز (Extremes) ہیں۔

اہل سنت والجماعت جو وسط ہیں دونوں کے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم کبیرہ گناہ کرنے والے شخص کو مومن ہی کہیں گے لیکن اس کا ایمان ناقص ہے، اور یہ کہیں گے ہم کہ وہ اپنے ایمان سے مومن ہے اور اپنے کبیرہ گناہ سے فاسق ہے، اور یہی عدل وانصاف ہے، نہ تو اسے مکمل ایمان کا نام دیا جائے گا نہ اسے سلب کیا جائے گا۔

یعنی فاسق کہیں گے اسے، کافر نہیں ہے وہ اور پکا مومن بھی نہیں ہے وہ؛ اور اس سے ایک چیز مترتب ہے اس چیز پر وہ یہ ہے کہ جو فاسق مسلمان ہے جو کبیرہ گناہ کا مرتکب مسلمان ہے نہ تو ہم مکمل طور پر اُس سے نفرت کریں گے اور نہ ہی مکمل طور پر اُس سے محبت کریں گے۔

دیکھیں الولاء والبراء کیسے اس میں آگیا ہے: "دوستی اور دشمنی، محبت اور نفرت": مطلقاً نہ محبت ہے مطلقاً نہ نفرت ہے بلکہ ہم اُس سے محبت کرتے ہیں اس کے ایمان کی بنیاد پر جو اُس میں ہے، اور اس سے نفرت کرتے ہیں اُس کے گناہ کی وجہ سے جو وہ کرتا ہے (کبیرہ گناہ جو ہے)؛ واللہ اُعلم۔

5- پانچواں اصول شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعلق سے ہے: صحابہ کے تعلق سے مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ الرَّافِضَةِ وَالْخَوَارِجِ" (اور صحابہ کے تعلق سے اہل سنت والجماعت وسط ہیں رافضہ اور خوارج کے بیچ میں)۔

"أَصْحَابِ" جمع صاحب ہے، اور صحب اسم جمع صاحب سے ہے، اور صاحب لغت میں یعنی کہتے ہیں "الملازم للشيء" (کسی چیز کا ساتھ دینے والا)۔

اور صحابی کون ہے؟

تعریف صحابی کی: "هو الذي اجتمع بالنبي صلى الله عليه وسلم مؤمنًا به ومات على ذلك" (یہ ہر وہ شخص ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ایمان کی حالت میں اور وفات بھی اس کی ایمان کی حالت میں ہوئی (یہ شرطیں ہیں صحابی کی) اور یہ خاص ہے صحابہ کے لیے اور یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی

دی ہے)۔ یعنی کسی اور شخص کے لیے نہیں ہے کوئی ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو ملتا ہے تو وہ صحابی نہیں ہو گا، وہ تابعی تو ہو سکتا ہے لیکن صحابی نہیں ہو گا؛ صحابی صرف وہ ہے جس نے ملاقات کی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور شرط یہ ہے کہ ایمان کی حالت میں ہو اور اسی پر وفات بھی ہوئی ہے۔ اس میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہاں تک کہ ایک لمحے کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے ملاقات کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ میں شامل ہے (ایک لمحے کے لیے بھی، سبحان اللہ)۔

اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ وسط ہیں روافض اور خوارج کے بیچ میں؛ روافض جو ہیں ان کو شیعہ بھی کہتے ہیں آج کے زمانے میں، اور روافض اُن کو اس لیے کہا گیا ہے (یہ لفظ رافضہ کہاں سے آیا ہے؟) کیونکہ روافض نے رفض کیا ہے (یعنی انکار کیا) زید بن علی بن الحسین بن علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہ، اور طائفہ زیدیہ جو ہیں (زیدی شیعہ جو ہیں) نسبت زید بن علی کی طرف ہے؛ اور رفض (انکار) اس لیے کیا جب انہوں نے یہ سوال کیا زید بن علی رحمہ اللہ سے کہ آپ ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ (یعنی وہ یہ چاہتے تھے کہ طعن کریں، بُرا بھلا کہیں جیسے وہ کرتے آتے ہیں جیسا کہ اُن کا عقیدہ ہے)؛ لیکن رضی اللہ عنہ (یعنی زید بن علی رضی اللہ عنہ جو ہیں) انہوں نے یہ کہا "نعم الوزيران وزيرا جدي" (کہ بہت اچھے وزیر ہیں میرے نانا کے وزیر جو ہیں (تو مدح کی ہے اور اچھے الفاظوں سے اُن کا ذکر کیا ہے)): تو اُن کو غصہ آیا اور غم و غصے کی وجہ سے اُن کو چھوڑتے ہوئے چلے گئے اور اُس دن سے اُن کا نام روافض رکھ دیا گیا ہے، رافضہ ان کو کہتے ہیں۔

یہ روافض جو ہیں "والعياذ بالله" شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اِن کے معروف اصول ہیں اور سب سے بدترین اور قوی ان کے اصولوں میں سے اصول جو ہیں وہ ہیں امامت کے، کہتے ہیں کہ امام معصوم ہے اور امام سے کبھی خطاء نہیں ہوتی اور جو امامت کا مقام ہے وہ نبوت کے مقام سے بڑھ کر ہے (نعوذ باللہ) کیونکہ امام جو ہے وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے اور نبی واسطے سے لیتا ہے رسول کے ذریعے، یعنی سیدنا جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کے ذریعے سے پیغام اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے؛ اور امام کبھی بھی غلطی نہیں کر سکتا (معصوم ہے اُن کے نزدیک)۔ بلکہ (نعوذ باللہ) جو اُن کے غالی ہیں جو غلو سے کام لیتے ہیں کہ امام جو ہے اُن کا وہ پیدا بھی کر سکتا ہے (نعوذ باللہ) یعنی کن فیکون اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا کیا ہوا ہے!!

(کن فیکون سے بھی مخلوق کو پیدا کر سکتا ہے! بچوں کو ماؤں کے پیٹ میں پیدا کر سکتا ہے! نعوذ باللہ)۔

اور اُن کا یہ بھی عقیدہ ہے (ان روافض کا) کہ صحابہ کافر ہیں، صحابہ سارے مرتد ہو گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہاں تک کہ ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بھی مرتد ہیں اُن کے نزدیک (نعوذ باللہ) اور نفاق پر اُن کی وفات ہوئی (نعوذ باللہ) اور صحابہ میں سے صرف آل بیت کو اور چند قلیل صحابہ جو ہیں جن کو وہ استثناء کرتے ہیں کفر سے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ آل بیت کے اولیاء تھے اور دوست تھے آل بیت کے (اس لیے اُن کی تکفیر نہیں کرتے ورنہ تمام صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں)۔

ان کی کتاب "الفصل" کے جو مصنف ہیں وہ کہتے ہیں: جو اُن کے غالی ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں سیدنا علی بن أبي طالب کو بھی (نعوذ باللہ)، ایک گروہ ہے ان کا، سیدنا علی پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا ہے ان لوگوں نے! ان کا ایک گروہ ہے وہ یہ کہتے ہیں: کیونکہ وجہ یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو ہیں انہوں نے ظلم کا اور باطل کا اقرار کیا ہے جب سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر کی بیعت کی ہے، واجب تو یہ تھا کہ ان کی بیعت کا انکار کرتے لیکن انہوں نے حق اور عدل سے کام نہیں لیا اور ظلم پر جو وہ کرتے رہے ابو بکر اور عمر اُن کا ساتھ دیا موافقت کی ہے اس لیے (نعوذ باللہ) سیدنا علی جو ہیں اُن کے نزدیک ظالم اور کافر ہیں! (یہ بہت کم لوگ ہیں (نواصب اور ہیں) یہ گروپ جو ہے یہ انہی میں سے ہے جو روافض ہیں ان میں سے الگ نکلے ہیں غلو کرتے ہوئے اور بہت کم ہیں شاید اس وقت ہیں کہ نہیں میں نہیں جانتا لیکن ایسے لوگ بھی تھے)۔

دوسری طرف خوارج ہیں دوسرا گروہ جو ہے صحابہ کے تعلق سے: یہ رافضہ کے برعکس انہوں نے سیدنا علی کی تکفیر کی ہے، سیدنا معاویہ کی تکفیر کی ہے، اور جس نے اُن کا ساتھ دیا اُن کی بھی تکفیر کی ہے، اور جو اِن کا ساتھ نہ دے (یعنی خوارج کا) اُن کی بھی تکفیر کی ہے، اور مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھا ہے، اور جس طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے بارے میں یہ فرمایا ہے: "يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ" (کہ دین سے ایسے خارج ہوں گے جیسا کہ تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے)، اور ان کا ایمان جو ہے ان کے حناجر (گلوں) سے تجاوز نہیں کرتا۔

شیعوں نے جو ہے وہ آل بیت میں غلو کیا اور جو اُن کے أشیاع ہیں اُن میں بھی غلو کیا اس میں حد سے تجاوز کیا، یہاں تک کہ اُن میں سے بعض لوگوں نے سیدنا علی کے لیے الوہیت کا بھی دعویٰ کیا ہے (کہ سیدنا علی اِلہ ہیں، نعوذ باللہ!)، اور بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سیدنا علی جو ہیں وہ زیادہ حق رکھتے ہیں نبوت کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے؛ اور خوارج اِن کے برعکس ہیں۔

اور اہل سنت والجماعت جو ہیں دونوں گروہوں کے وسط ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ آل بیت کی جو منزلت ہے ہم اس منزلت پر اُن کو رکھتے ہوئے اُن کا احترام کرتے ہیں تقدیر کرتے ہیں، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا ہمارے اوپر دُگنا حق ہے:

(۱) ایک تو "حق الإسلام والإیمان" (اسلام اور ایمان کا حق ہے)۔

(۲) اور دوسرا حق ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت اور رشتے داری کا، اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو رشتے دار ہیں اُن کا ہمارے اوپر حق ہے اور ہمارے اوپر ان کا یہ حق ہے کہ ہم اُن کے ساتھ غلو سے کام نہ لیں بلکہ اُن کی جو محبت ہے، توقیر اور احترام باقی رہے؛ اور جو باقی صحابہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کا یہ حق ہے کہ ہم اُن کی توقیر اور احترام کرتے رہیں (اور اُن کے لیے دعا جو ہے کرتے رہیں ﴿رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ﴾ (التوبہ:100) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے)؛ یعنی یہ ترضّی جو ہے یہ دعا جو ہے سب کے لیے ہے، آل بیت کے لیے بھی ہے اور تمام صحابہ کے لیے ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے جو وہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد، سورۃ الحشر آیت نمبر 10 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا﴾ (اے ہمارے ربّ! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے بھائیوں کی بھی مغفرت فرما) ﴿الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ﴾ (جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے) ﴿وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ (اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں میں کوئی غل کوئی تنگی اہل ایمان کے لیے نہ رکھ) ﴿رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ﴾ (اے ہمارے ربّ! بے شک آپ رؤف رحیم ہیں)؛

یہ قاعدہ ہے۔ یعنی سورۃ الحشر کی آیت نمبر 8 اور 9 میں:

پہلے تو ﴿لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُہٰجِرِیۡنَ﴾ (الحشر:8)، مہاجرین کا ذکر ہے، پھر انصار کا ذکر ہے، پھر دونوں کے بیچ میں جو ان کے بعد میں آنے والے لوگ ہیں وہ کیا کریں: سبحان اللہ، کتنی پیاری ترتیب ہے دیکھیں آپ! ﴿وَالَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ﴾ (جو اُن کے بعد میں آئے ہیں) (الحشر:10)؛ کیا کہتے ہیں؟

یہ بڑی پیاری دعا ہے: ﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ﴾ (الحشر:10): یہ کس کے لیے ہے؟ صحابہ کے لیے ہے سب سے پہلے۔

ایمان میں سبقت کون ہم سے لے گیا ہے؟

دنیا میں جتنے بھی اللہ کے اولیاء اور علماء موجود ہیں سب سے زیادہ سبقت کون لے گیا ہے؟ صحابہ ہیں؛ تو اس لیے دعائے مغفرت سب سے پہلے اُنہی کے لیے ہے۔

اور یہ بدبخت روافض جو ہیں اور خوارج محروم ہیں! واللہ! محروم ہیں اس خیر سے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ہم اُن میں سے کسی سے بھی عداوت نہیں کرتے (یعنی صحابہ یا آل بیت میں سے کسی سے بھی دشمنی یا عدوات نہیں رکھتے) نہ آل بیت کے لیے نہ اُن کے علاوہ کسی اور کے لیے، ہم سب کا جو حق ہے شرعاً وہ دیتے ہیں تو اس اعتبار سے جفاء اور غلو کرنے سے بچ گئے ہیں اور پاک ہیں اور وسطیت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے جفاء سے بھی دور ہیں اور غلو سے بھی دور ہیں۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (070.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔